۹

آؤ ہم پھر خدا تعالیٰ کے حضور چلّائیں اور اپنے آنسوؤں سے اپنی سجدہ گاہ کو تر کردیں

(فرمودہ ۲۰؍ مارچ ۱۹۳۶ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں اپنے گزشتہ خطبات میں اس امر کا ذکر کر چکا ہوں کہ نہ تو وہ مخالفت ہمارے رستہ سے پوری طرح ہٹی ہے جو سلسلہ احمدیہ کو نقصان پہنچانے کیلئے بعض دشمنانِ سلسلہ کی سازش سے شروع کی گئی تھی اور نہ ایسے حالات ہی پیدا ہوئے ہیں کہ جن کے ماتحت ہم یہ کہہ سکیں کہ قریب عرصہ میں وہ مخالفتیں خود بخود دب جائیں گی یا بیٹھ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشان بے شک ظاہر ہوئے ہیں اور اس کی تائید ہمیں حاصل ہوئی ہے مگر وہ ایسی صورت میں ہے کہ ابھی دشمن اس سے مرعوب نہیں ہؤا گویا وہ پہلی رات کا چاند ہے جسے تیز نظر والوں نے تو دیکھ لیا مگر کمزور نظر والے ابھی محروم ہیں۔ روحانی آنکھ کو تو وہ تائید و نصرت نظر آ رہی ہے مگر جن کی روحانیت مُردہ ہے انہیں وہ تائید و نصرت نظر نہیں آ رہی اس لئے اس سے عبرت پکڑنے کیلئے وہ ابھی تیار نہیں ہیں اور فائدہ اُٹھانے کیلئے آمادہ نظر نہیں آتے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم ان تمام سامانوں کو اور ان تمام ذرائع کو اور ان تمام تدابیر کو اختیار کریں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی کیلئے اور اس کے مخالفوں کی شرارتوں کو دور کرنے کیلئے عطا فرمائی ہیں اور اپنی طرف سے جدوجہد، سعی اور کوشش

میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ آنے دیں کیونکہ روحانی سلسلوں کے تمام امور کی بنیاد دو ہی چیزوں پر ہوتی ہے ایک طرف بندے کی انتہائی کوشش اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا انتہائی فضل۔ روحانی سلسلے چونکہ کمزور جماعتوں سے چلائے جاتے ہیں، ان کے افراد بہت تھوڑے ہوتے ہیں، ان کے پاس سامان نہایت ہی کم ہوتا ہے، دُنیوی طور پر ان سامانوں اور ان افراد سے کامیابی کا منہ دیکھنا مشکل ہوتا ہے اس لئے جو کمی اس کوشش اور سامانوں کی قِلّت اور افراد کی کمی کی وجہ سے رہ جاتی ہے اسے اللہ تعالیٰ کا فضل پورا کر دیتا ہے۔

پس یہ دو چیزیں مل کر ہمیشہ روحانی جماعتوں کی کامیابی کا موجب ہوتی ہیں اور یہی ہماری کامیابی کا موجب ہوسکتی ہیں۔ ایک طرف خدا تعالیٰ کا ہم سے تقاضا ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ اُس کے قدموں میں لا ڈالیں اور اُس کے دین کیلئے قربان کر دیں اور دوسری طرف اُس کا وعدہ ہے کہ باقی کمی وہ اپنے فضل سے پوری کر دے گا۔ خدا تعالیٰ تو وعدوں کا سچا ہے اس کی کوئی بات غلط نہیں ہوسکتی۔ پس اگر کوئی نقص ہو اور نتائج صحیح نہ نکلیں، اگر کامیابی کے آنے میں دیر لگے تو قطعی طور پر ایک ہی نتیجہ اِس سے نکل سکتا ہے کہ جس حد تک ہم سعی کر سکتے تھے اُس حد تک ہم نے سعی نہیں کی۔ اگر خدانخواستہ ہمیں ناکامی حاصل ہو تو سوائے تین باتوں کے کوئی چوتھی بات نہیں ہوسکتی۔ یا تو یہ کہ ہم نے اپنا فرض ادا کرنے میں کوتاہی کی یا یہ کہ خدا تعالیٰ نے اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں کوتاہی کی اور یا یہ کہ جس سلسلہ کو ہم روحانی سمجھتے تھے وہ روحانی نہیں تھا بلکہ دُنیوی تھا خدا تعالیٰ کی طرف سے اُس کی نصرت کا کوئی وعدہ نہ تھا۔ پس یہ تین پہلو ہی اس کی ناکامی کے ہوسکتے ہیں چوتھا کوئی نہیں۔

اوّل یہ کہ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں تو ہمارے لئے کسی شک کی گنجائش ہی نہیں۔ **دوم** یہ کہ خدا تعالیٰ اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا کرنے والا ہے اس میں بھی ہمیں کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔ پس اگر کوئی بات باقی رہ جاتی ہے تو یہی کہ کوتاہی ہم سے ہوئی ہے اور ہماری غلطیوں سے کامیابی میں دیر ہوگئی اور مخالفتوں میں ترقی ہوگئی۔

پس ہمارا فرض ہے کہ اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اور اپنے فرائض کو یاد رکھتے ہوئے ان تمام تدابیر کو اختیار کریں جو اللہ تعالیٰ نے اسلام اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی کیلئے فرمائی ہیں اور

جیسا کہ میں نے بتایا تھا ان میں سے بہت بڑی تدبیر دعا اور انابت الی اللہ کی ہے۔ دُنیوی سامان اور دُنیوی تدابیر جہاں جا کر رہ جاتی ہیں، جہاں پہنچ کر وہ بیکار ثابت ہوتی ہیں، جہاں وہ بعض وقت مضحکہ خیز بن جاتی ہیں وہاں صرف دعا ہی ایک ایسا ہتھیار ہے جو آسمان سے فرشتوں کی فوج لے آتا ہے اور زمینی روکوں کو دور کر کے شرارت کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔ میں نے بتایا ہے کہ بعض دفعہ ظاہری تدابیر مضحکہ خیز نظر آتی ہیں اس سے میری مراد یہ ہے کہ الٰہی سلسلوں کے افراد کے پاس جو سامان ہوتا ہے وہ نہایت قلیل اور کام نہایت عظیم الشان ہوتا ہے۔ ظاہر بین نگاہ میں وہ تدابیر اور سامان ہیچ ہوتے ہیں اور کام کے مقابلہ میں ان کی کوئی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ دیکھنے والا ظاہر بین خیال کرتا ہے کہ یہ لوگ حماقت کی بات کر رہے ہیں بالکل اُسی طرح جس طرح کہتے ہیں کہ ایک پرندہ رات کو لاتیں آسمان کی طرف کر کے سوتا ہے کہا جاتا ہے کہ جب دوسرے پرندوں نے اُس سے دریافت کیا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ تو اُس نے کہا شاید رات کو جب ساری دنیا سوئی ہوئی ہوتی ہے آسمان گر پڑے میں لاتیں اِس لئے اوپر کرتا ہوں کہ اُسے سہارا دے کر روک لوں تا دنیا نیچے آ کر تباہ نہ ہو جائے۔ یہ ایک مثال بنائی گئی ہے اسی قسم کی مضحکہ خیز صورتوں میں جیسی میں نے بیان کی ہے۔ جب کام بہت بڑا ہو، طاقت بہت کم ہو اور بوجھ بہت زیادہ اُس وقت جو تھوڑی سی طاقت والا بڑا بوجھ اُٹھانے کو تیار ہو جاتا ہے دنیا کی نظر میں اُس کی یہ حرکت مضحکہ خیز ہوتی ہے لیکن جس وقت کوئی ایسا انسان جس کے پیچھے ایمان، قربانی اور ایثار کی روح کام کر رہی ہو اپنی طاقت سے بہت زیادہ بوجھ اُٹھانے کیلئے آگے بڑھتا ہے تو وہ نظّارہ ایک سمجھدار انسان کیلئے رقّت انگیز ہوتا ہے مضحکہ خیز نہیں ہوتا۔ ایک مجنون اور پاگل، احمق اور بیوقوف جب وہی کام کرتا ہے تو وہ مضحکہ خیز ہوتا ہے لیکن جب مؤمن بہادر اور جری مؤمن خدا تعالیٰ کے نام پر ہر چیز قربان کر دینے کا ارادہ رکھنے والا مؤمن آگے بڑھتا ہے تو دیکھنے والوں کو ہنسی نہیں آتی بلکہ ان کے دل درد سے پُر ہو جاتے اور آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں۔

بدر کے موقع پر ایک ہزار تجربہ کار سپاہی جن پر عرب کی قوم کو فخر تھا، جن پر مکہ کے لوگ ناز کرتے تھے، جن کو قریش کا قیمتی سرمایہ کہا جاتا تھا، جو صنادیدِ عرب کہلاتے تھے، جو اہلِ عرب کی بڑی سے بڑی مجلسوں میں مسند پر بیٹھنے والے تھے، تجربہ کار اور پورے ساز و سامان کے ساتھ اِس

ارادہ سے آئے کہ محمد ﷺ اور اس کے صحابہ کو آج ان کے بلند و بالا دعاوی کی وجہ سے پوری طرح سزا دے کر جائیں گے۔ جس وقت اُن کے مقابلہ میں وہ ۳۱۳ لوگ جن میں سے بعض تلوار چلانا بھی نہ جانتے تھے، کئی ایسے تھے جن کے پاس تلواریں تھی ہی نہیں، جن میں سے اکثر کے پاس سواریاں بھی نہ تھیں، کھڑے ہوئے تو ظاہری نگاہ میں اُن کا یہ فعل مضحکہ خیز تھا اور کہنے والوں نے کہہ بھی دیا کہ جاؤ اپنے گھروں کو چلے جاؤ تم ہمارے بھائی ہو اور ہم اپنے بھائیوں کے خون سے زمین کو رنگنا نہیں چاہتے لیکن دوسری طرف ان تیز نظر لوگوں نے جو گو اسلام سے محروم تھے مگر ظاہری عقل سے حصہ وافر رکھتے تھے اندازہ کر لیا تھا کہ یہ معمولی لوگ نہیں ہیں۔ اہلِ عرب نے اپنے ایک تجربہ کار جرنیل کو اسلامی سپاہ کا جائزہ لینے کیلئے بھیجا اُس نے واپس آ کر اُن کو جو جواب دیا وہ بتاتا ہے کہ وہ شخص بہت گہری نظر والا تھا اُس نے آ کر کہا کہ آدمی تو ان کے تین سَو کے لگ بھگ ہیں لیکن اے قوم کے سردارو! میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ ان سے لڑائی نہ کرو کیونکہ میں نے گھوڑوں پر آدمی نہیں بلکہ موتیں سوار دیکھی ہیں[۱]۔ مجھے ان کے چہروں سے نظر آتا ہے کہ یا تو وہ ہمارے خون سے آج اِس میدان کو رنگ دیں گے اور یا ایک ایک کر کے محمد (ﷺ) پر جان دے دیں گے۔ اگر تم ہر گھر میں ماتم بپا دیکھنا نہیں چاہتے تو آج واپس چلے جاؤ ورنہ یہ خیال مت کرو کہ مسلمان پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے۔

یہ مقابلہ بھی ایک ظاہر بین نگاہ کیلئے اُسی طرح مضحکہ خیز تھا جیسے اُحد کا، اُس دن منافقوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اگر ہم جانتے کہ لڑائی ہوگی تو ضرور جاتے مگر یہ تو صریحاً بیوقوفی کی بات تھی۔ کُجا مکّہ کے تجربہ کار اور بہادر اور کُجا یہ تھوڑے سے سپاہی۔ بدر کی جنگ دنیاداروں کی نگاہ میں اس سے بھی زیادہ غیر مساوی مقابلہ کی تھی اور اس لئے اُن کی نگاہ میں مضحکہ خیز لیکن اُس دن بھی واقعات نے بتا دیا کہ انسانی تدابیر جہاں جا کر رہ جاتی ہیں وہاں الٰہی نصرت غیر معمولی سامان کامیابیوں کے پیدا کر دیتی ہے۔ مکّہ والوں نے جلدی کر کے اُس جگہ پر قابو پا لیا جو اُن کے نزدیک لڑائی کیلئے زیادہ مفید ہو سکتی تھی۔ وہ زمین مضبوط تھی جس پر پاؤں زیادہ مضبوطی سے رکھا جا سکتا تھا مگر مسلمانوں کیلئے جو جگہ خالی تھی وہ ریتلی تھی جس میں عام حالات میں قدم جمانا مشکل تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے جنہوں نے حالات کو بالکل بدل دیا۔ بادل برسے جس

سے سخت زمین پھِسلنی ہوگئی اور ریتلی جگہ ٹھوس بن گئی۔ وہی زمین جو دھوپ میں سخت اور آرام دہ تھی بارش کے بعد پھِسلنی ہوگئی اور ریتلی بارش کے بعد مضبوط ہوگئی پھر اُدھر سے اللہ تعالیٰ نے آندھی چلادی جس طرف مسلمانوں کی پیٹھیں تھیں اِس وجہ سے گرد وغبار اور کنکر کفار کی آنکھوں میں پڑتے تھے اور ان کے زور سے چلائے ہوئے تیر بھی مسلمانوں تک نہ پہنچتے تھے مگر مسلمانوں کا کمزور سے کمزور تیر بھی ان تک جا پہنچتا تھا۔ مسلمان دشمن کو دیکھتے تھے مگر وہ انہیں بوجہ آنکھوں میں گرد وغُبار پڑنے کے اچھی طرح نہ دیکھ سکتے تھے۔ یہ سب سامان اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ورنہ نہ بادل انسان کے اختیار میں ہیں اور نہ ہوائیں بندہ کے قبضہ میں۔

اسی طرح جنگِ احزاب کے موقع پر جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے منافق مدینہ کی گلیوں میں یہ کہتے تھے کہ یہ مسلمان تو کہا کرتے تھے کہ دنیا کی بادشاہت ہمیں مل جائے گی آج ان کی عورتوں کیلئے پاخانہ پھرنے کی جگہ بھی نہیں رہی۔ کہاں گئے ان کے وہ دعاوی۔ اس جنگ میں دس ہزار کفّار کا لشکر مسلمانوں کے مقابل پر تھا اور سارے عرب قبائل جمع ہوکر آئے تھے اُدھر یہودیوں نے مدینہ میں بغاوت کردی تھی اُس وقت سوائے اس کے کہ مسلمان خندق بنا لیتے ان کے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسی کے مشورہ سے رسول کریم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ خندق کھودیں اور جب وہ خندق کھود رہے تھے تو ایک پتھر ایسا آیا جو ٹوٹنے میں نہ آتا تھا۔ رسول کریم ﷺ کو اطلاع دی گئی آپ وہاں تشریف لائے اور جب زور سے کدال مارا تو پتھر میں سے آگ نکلی اور آپ نے زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا صحابہ نے بھی نعرہ لگایا۔ پھر کدال مارا تو پھر آگ نکلی اور آپ نے پھر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور صحابہ نے بھی آپ کی تقلید کی۔ تیسری دفعہ کدال مارا تو پھر آگ نکلی اور آپ نے پھر زور سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور صحابہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ جب وہ پتھر ٹُوٹ گیا تو آپ نے صحابہ سے دریافت کیا کہ تم نے نعرے کیوں لگائے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ نے لگائے تھے اس لئے ہم نے بھی لگائے۔ آپ نے فرمایا ہاں میں نے تین بار نعرہ تکبیر بلند کیا جس کی وجہ یہ تھی کہ جب پہلی دفعہ پتھر میں سے آگ نکلی تو میں نے اُس شعلہ میں یہ نظّارہ دیکھا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں قیصر کے قلعے تباہ ہوگئے ہیں۔ دوسرے شعلہ میں مجھے کسریٰ کے قلعوں کی تباہی کا نظّارہ دکھائی دیا اور تیسرے میں حمیر کے قلعے بھی سرنگوں نظر آئے [۲]۔ اُس

وقت بھی منافقوں نے ہنسی اُڑائی اور کہا کہ جان بچانے کیلئے خندق کھود رہے ہیں اور مدینہ سے باہر نکل نہیں سکتے مگر خواب دیکھ رہے ہیں قیصر وکسریٰ کے محلات کے۔ گویا وہ زمانہ مسلمانوں کیلئے اِس قدر مشکلات کا زمانہ تھا کہ منافق جو بُزدل ہوتے ہیں وہ بھی دلیری سے ان پر ہنسی کرنے لگ گئے تھے۔ قرآن کریم نے بھی غزوۂ احزاب یا خندق کا نظّارہ بیان کرکے بتایا ہے کہ اُس وقت مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ گویا وہ زلزلہ میں مبتلاء ہیں اور زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی تھی [۳]۔

بظاہر اس زبردست لشکر کے مقابل پر صحابہ کا زور نہیں چلتا تھا مگر پندرہ روز کے بعد آدھی رات کے وقت رسول کریم ﷺ نے آواز دی اور فرمایا کوئی ہے؟ مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ ایک صحابی نے عرض کیا یَـارَسُوْلَ اللّٰہِ ! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا تم نہیں کوئی اور۔ پھر فرمایا کوئی جاگتا ہے؟ مگر کوئی نہ بولا۔ اُسی صحابی نے پھر کہا یَـارَسُوْلَ اللّٰہِ ! میں حاضر ہوں مگر آپ نے پھر فرمایا تم نہیں کوئی اور۔ اور پھر تیسری دفعہ آواز دی مگر پھر بھی کوئی نہ بولا اور پھر اُسی نے آواز دی اور آپ نے فرمایا کہ جاؤ دیکھو مجھے اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے کہ کفار کا لشکر تتر بتر ہوگیا ہے۔ وہ صحابی باہر نکلے تو دیکھا کہ سب میدان خالی پڑا ہے، نہ غنیم کا کوئی خیمہ تھا اور نہ سامان۔ ایک اور صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں اُس وقت جاگتا تھا مگر سردی شدید تھی اور کپڑے ناکافی تھے اور سردی کی وجہ سے باوجود جاگنے کے منہ سے بات نہ نکلتی تھی۔

کفار کے بھاگنے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک عرب سردار کی آگ بُجھ گئی، اہل عرب اس بات کو منحوس خیال کرتے تھے، اِس نحوست کے دُور کرنے کیلئے اس قبیلہ نے اپنے رواج کے مطابق یہ طریق تجویز کیا کہ رات کے وقت اپنے خیمے وہاں سے اُٹھا کر چند میل کے فاصلے پر لے جاکر لگائیں اور اگلے روز پھر وہیں آلگائیں اور جب رات کو چپکے سے انہوں نے خیمے اُکھاڑنے شروع کئے تو ساتھ والوں نے خیال کیا کہ شکست ہوگئی ہے اور یہ لوگ بھاگ رہے ہیں انہوں نے بھی فوراً اپنے خیمے اُٹھانے شروع کر دیئے۔ ان کو دیکھ کر ان کے پاس والوں نے بھی ایسا ہی کیا حتّٰی کہ ابوسفیان کو جو اس لشکر کا سپہ سالار تھا خبر ہوئی تو اُس نے خیال کیا کہ مسلمانوں نے شب خون مارا ہے اِس لئے یہاں سے جلدی بھاگنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ اِس قدر گھبرایا کہ اونٹ کو کھولے بغیر اُس پر

سوار ہوکر اُسے مارنے لگ گیا مگر وہ چلتا کس طرح۔ آخر اس کے کسی ساتھی نے اُس پر اُس کی غلطی کو واضح کیا۔ یہ الٰہی نصرت تھی جس نے اُس وقت جب انسانی تدابیر بیکار ہو چکی تھیں آسمان سے نازل ہو کر رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو نجات دی۔ پس آسمانی نصرت اُسی وقت آتی ہے جب ساری تدابیر انتہاء کو پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں اور کامیابی کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ جب وہ دنیادار نگاہوں میں مضحکہ خیز اور روحانی نظر والوں کیلئے رقّت انگیز ہو جاتی ہیں اُس وقت خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازے کھلتے ہیں مگر اس کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ بندہ چلاّئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں محبت کا بہترین مظاہرہ وہی ہوتا ہے جو ماں کو اپنے بیٹے سے ہوتا ہے۔ بسا اوقات ماں کی چھاتیوں میں دودھ خشک ہو جاتا ہے مگر جب بچہ روتا ہے تو دودھ اُتر آتا ہے۔ پس جس طرح بچے کے روئے بغیر ماں کی چھاتیوں میں دودھ نہیں اُتر سکتا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی رحمت کو بندہ کے رونے اور چلاّنے سے وابستہ کر دیا ہے۔ جب بندہ چلاّتا ہے تو رحمت کا دودھ اُترنا شروع ہوتا ہے اس لئے جیسا کہ میں نے بتایا تھا ہمیں چاہئے کہ اپنی طرف سے انتہائی کوشش کریں مگر وہ کوشش نہیں جو منافق مراد لیا کرتے ہیں اور اس کے بعد جس حد تک زیادہ سے زیادہ دعاؤں کو لے جا سکتے ہیں لے جائیں۔ پچھلے سال میں نے سات روزے مقرر کئے تھے مگر چونکہ فتنہ ابھی جاری ہے، شرارت کا سلسلہ بند نہیں ہؤا، مخالفوں نے اللہ تعالیٰ کی تنبیہہ سے عبرت حاصل نہیں کی اور گزشتہ عذاب سے اپنی اصلاح نہیں کی اس لئے آؤ ہم پھر خدا تعالیٰ کے حضور چلاّئیں۔ تا جس طرح بچہ کے رونے سے ماں کی چھاتیوں سے دودھ اُتر آتا ہے آسمان سے ہمارے ربّ کی نصرت نازل ہو اور وہ روکیں اور مشکلیں جو ہمارے رستہ میں ہیں دور ہو جائیں۔ بعض مشکلات ایسی ہیں جن کا دور کرنا ہمارے اختیار میں نہیں۔ ہم دشمن کی زبان کو بند نہیں کر سکتے اور اُس کے قلم کو نہیں روک سکتے۔ اُن کی زبان اور قلم سے وہ کچھ نکلتا رہتا ہے جسے سننے اور پڑھنے کی ہمیں تاب نہیں۔ ہم نے بارہا حکومت کو توجہ دلائی ہے مگر اُس کے کان ہماری بات سننے سے بہرے ہیں۔ وہی باتیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کہی جاتی ہیں اگر کسی اور کے متعلق کہی جاتیں تو مُلک میں آگ لگ جاتی۔ مگر وہ باتیں متواتر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کہی جاتی ہیں لیکن کہنے والوں کی کوئی گرفت نہیں کی

جاتی۔ حتّٰی کہ ہمیں تو یہاں تک رپورٹ پہنچی ہے کہ بعض مخالفوں کے حلقوں میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہمیں افسروں نے یقین دلایا ہے کہ احمدیوں کے خلاف جو چاہو لکھو کوئی گرفت نہ ہوگی۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ بات ساری حکومت کی طرف سے نہیں ایک یا دو افسروں پر یہ الزام ہے گو ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ ان کے متعلق بھی صحیح ہے یا غلط، مگر واقعات طبیعت کو اِس کی صحت کی طرف مائل ضرور کرتے ہیں کیونکہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق متواتر ایسی باتیں کہی جاتی ہیں جو اگر کسی اور کے متعلق ایک دفعہ بھی کہی جاتیں تو حکومت کبھی خاموش نہ رہتی تو اِس کی کوئی وجہ ہونی چاہیئے۔ کم سے کم سَو مرتبہ اخباروں میں آپ کو کذاب یا دجّال یا شرابی کہا گیا ہے۔ اگر کم سے کم سَو دفعہ مَیں ایسی گالیاں نہ دکھا سکوں تو حکومت بے شک میری بات نہ مانے لیکن اگر سَو سے زیادہ دفعہ دشمنوں کے اخباروں میں یہ باتیں چھپی ہوں تو ذمہ دار افسروں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اِس ساری غفلت کا جواب انہیں خدا تعالیٰ کے سامنے دینا ہوگا اور دنیا کی نگاہوں میں بھی وہ قابلِ ملامت ٹھہریں گے۔ ہم ایک طرف انگریزی قانون کے الفاظ چھاپیں گے اور دوسری طرف وہ گالیاں جو احراری اخباروں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی جاتی ہیں اور برطانوی پبلک سے اپیل کریں گے کہ اس طرح اس کے اچھے نام کو اس کے نوکر بدنام کر رہے ہیں اور انصاف کا خون کیا جا رہا ہے۔ ہم ایک طرف دنیا کو ان مظالم سے مطلع کریں گے تو دوسری طرف اپنے ربّ سے اپیل کریں گے یہاں تک کہ اس ظلم کے ذمہ دار حکام چکّی کے دو پاٹوں کے درمیان آ جائیں گے۔ ایک طرف خدا کی لعنت ان پر برسے گی اور دوسری طرف شریف الطبع انسان خواہ کسی قوم اور مذہب سے تعلق رکھتے ہوں ان کے افعال پر اظہارِ نفرت و ملامت کریں گے۔ میں ہرگز نہیں مان سکتا کہ اگر ہمارے اخباروں میں یہی الفاظ یسوع کے متعلق استعمال کئے جائیں، اگر انہیں دجّال لکھا جائے یا یہ لکھا جائے کہ ناصرہ کا رہنے والا ایک شرابی، تو گورنمنٹ کی رگِ حمیت جوش میں نہ آئے۔ اگر یہی الفاظ ان اقوام کے بزرگوں کے متعلق استعمال کئے جائیں جو احرار کی پیٹھ ٹھونک رہی ہیں، اگر یہ سکھ گوروؤں کے متعلق لکھے جائیں، ہندو رشیوں، سنّیوں کے متعلق لکھے جائیں اور ان لوگوں کے علماء کے متعلق بولے جائیں جو اپنے آپ کو اکثریت میں بتاتے ہیں تو ہندوستان میں آگ نہ لگ جائے اور حکومت کا قانون حرکت میں نہ آئے لیکن یہ الفاظ حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق روز استعمال کئے جاتے ہیں اور حکومت بار بار توجہ دلائے جانے کے باوجود خاموش ہے۔ ہمارا صرف ایک ہی قصور ہے اور وہ یہ کہ ہم تھوڑے ہیں اور حکومت کے وفادار ہیں اس لئے ہماری طرف سے بار بار توجہ دلائے جانے کے باوجود حکومت ٹس سے مَس نہیں ہوتی۔ اگر میں کم سے کم سَو ایسے حوالے دکھا سکوں جن میں سے ایک بھی اگر کسی قوم کے پیشوا کے متعلق استعمال کیا جاتا تو مُلک میں آگ لگ جاتی تو کوئی قوم ہمارے صبر اور امن پسندی پر حرف نہیں لاسکتی مگر حکومت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم بھی وہی الفاظ دوسروں کے متعلق دُہرائیں اور جب ہم ایسا کریں تو اس کا کوئی حق نہیں ہوگا کہ ہم پر اعتراض کرے۔ اور اگر وہ ہم پر اعتراض کرے گی تو آنے والے مؤرّخ ہمیں حق بجانب قرار دیں گے حکومت کو نہیں۔ اگر یہ باتیں جائز ہیں اور جیسا کہ حکومت نے اپنے فعل سے بتادیا ہے جائز ہیں تو ایسا ہی رویہ اختیار کرنے پر اُسے کوئی حق نہیں ہوگا کہ ہم سے باز پُرس کرے۔ ہم حکومت سے کسی فائدہ کی توقع نہیں رکھتے بلکہ صرف یہی کہتے ہیں کہ

مرا ز خیر تو امید نیست بد مرساں

یعنی مجھے تجھ سے کسی بھلائی کی امید نہیں مگر کم سے کم یہ کر کہ نقصان تو نہ پہنچا۔

ہمیں ایک لمبے تجربہ کی بناء پر یہ امید ہی نہیں رہی کہ حکومت پنجاب کا وہ عملہ جس کے سپرد اِن امور کا تصفیہ ہے ہمارے احساسات کا احترام کرے گی مگر اب احمدی نوجوان اِس جائز بدلہ کے لینے کیلئے بیتاب ہو رہے ہیں اور نیشنل لیگ مَیں سنتا ہوں کہ اپنا پروگرام مکمل کرچکی ہے اور اگر وہ ایسا کرے تو چونکہ حکومت اپنے فعل سے بانیانِ مذاہب اور ہادیانِ طریقت کے متعلق ایسے الفاظ کا استعمال جائز قرار دے چکی ہے کوئی وجہ نہیں کہ میں اپنے نوجوانوں کو اس فعل سے روکوں۔ یہ وہ اخلاق ہیں جن کی صحت پر تمام قوموں کے نمائندوں کی مُہر ثبت ہوچکی ہے اور حکومت نے بھی اسے اپنے عمل سے حدودِ قانون کے اندر قرار دے دیا ہے۔ پس اب میرا فرض نہیں کہ خود دخل دوں میں پہلے ان باتوں سے روکتا تھا مگر افسوس کہ میرے اخلاق سے ناجائز فائدہ اٹھایا گیا مگر یہ سب باتیں دُنیوی تدابیر ہیں اگر جماعت ایسا کرے تو وہ صرف الزامی جواب دے گی مگر اِس فعل سے ان باتوں کا ازالہ نہیں ہوسکتا۔ بلاشُبہ ہم میں سے کمزور دلوں کی اِس سے تسلّی بھی ہوجائے گی مگر

حقیقی روحانیت سے مَس رکھنے والے ان باتوں سے تسلی نہیں پا سکتے۔ جب تک وہ زبانیں کھلی ہیں جن پر یہ الفاظ جاری ہوتے ہیں، جب تک وہ ہاتھ حرکت کرتے ہیں جو ایسی باتیں لکھتے ہیں، جب تک وہ دماغ موجود ہیں جن میں یہ خیالات دَوڑتے ہیں، جب تک وہ دل باقی ہیں جن میں ایسے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور جب تک دوبارہ ان باتوں کے کہے یا لکھے جانے کا امکان ہے اُس وقت تک کوئی احمدی چین کا سانس نہیں لے سکتا مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے ان کا ہٹانا ہمارے اختیار میں نہیں یہ خدا کے اختیار میں ہی ہے اور وہ دونوں طرح ان باتوں کو دور کرسکتا ہے۔ وہی دل جو آج نفرت سے بھرے ہوئے ہیں ان میں محبت کے جذبات پیدا کر کے بھی ہٹا سکتا ہے اور ایسے لوگوں کو تباہ اور اُن کے گھروں کو ویران کر کے بھی ہٹا سکتا ہے۔ حکومت ہمارے ہاتھوں کو پکڑ سکتی ہے مگر وہ خدا کے ہاتھوں کو کس طرح پکڑ سکتی ہے جن ہاتھوں میں وہ خود بھی ایک قیدی کی طرح ہے۔ ہماری فوجیں زمین پر نہیں بلکہ آسمان پر ہیں حکومت توپیں بنواتی ہے جن کے گولے ۱۵ میل تک مار کر سکتے ہیں مگر ہم وہ توپیں تیار کریں گے جو عرش سے گولہ پھینکتی اور فرش پر رہنے والوں کو ملیا میٹ کر دیتی ہیں۔ گورنمنٹ کی گرفت صرف اُن لوگوں تک ہے جو اُس کی حکومت کے ماتحت ہیں مگر ہم وہ وارنٹ جاری کرائیں گے جن سے دنیا کے بادشاہ بھی گرفتار کئے جا سکتے ہیں۔ ہم نے ایک لمبے عرصہ تک اِن باتوں کو سنا اور صبر کیا، دیکھا اور خاموش رہے، ہم نے التجائیں کیں مگر انہیں ٹھکرا دیا گیا، ہم نے عرضیں کیں مگر ان پر کان نہیں دھرے گئے لیکن جب تک وہ تحریریں موجود ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شرابی کہا گیا اور دجّال لکھا گیا اور جب تک حکومت ان کا بدلہ نہیں لیتی ہم کبھی چپ نہ ہوں گے اور جو ہم نہ کر سکیں گے وہ خدا تعالیٰ کرے گا جہاں ہمارے ہاتھ روکے جائیں گے وہاں فرشتے کام کریں گے۔ زمین پر امن قائم نہیں ہوگا جب تک ہمارے دلوں میں امن قائم نہیں ہوتا، آسمان تیر اندازی بند نہیں کرے گا جب تک ہمارے قلوب پر اِن تیروں کا چلایا جانا ختم نہ ہوگا۔

پس پھر آؤ کہ سات روزے رکھیں جو اگلے ہفتہ سے شروع کر کے ہر پیر کے دن رکھے جائیں اور چونکہ نفلی روزے سفر میں بھی رکھے جا سکتے ہیں اس لئے جو سفر میں ہوں وہ بھی رکھیں اور اگر کوئی مسافر یا بیمار ہونے کی وجہ سے پیر کے دن روزہ نہ رکھ سکے تو وہ جمعرات کے دن رکھے اور

اس طرح چالیس دنوں میں یہ ختم کئے جائیں اور ان دنوں میں مل کر بھی اور انفرادی طور پر بھی ایسی دعائیں کی جائیں جو عرشِ الٰہی کو ہلا دیں تا خدا تعالیٰ اپنی فوجوں کو حکم دے کہ ساز و سامان سے تیار ہو جاؤ اور جاؤ کہ دنیا کے پردہ پر میرے کچھ مظلوم بندے ہیں انہیں کمزور سمجھ کر کچھ طاقتور حکّام اور اکثریت کے نمائندے ان پر ظلم کر رہے ہیں، ان کے دل غم سے بھرے ہوئے ہیں اور آنکھیں اشکوں سے پُر ہیں وہ تھوڑے ہیں اور بے کس، دنیا کے پردہ پر کوئی ان کا والی نہیں، ہر قوم ان سے اس لئے دشمنی کر رہی ہے کہ انہوں نے میری آواز کیوں سُنی اور میری پُکار پر لَبَّیْکَ کیوں کہا میں ان کی آواز سنوں گا اور ان کی پکار کو بیکار نہیں جانے دوں گا۔ بے شک دنیا داروں کی نگاہ میں وہ بیکس ہیں مگر انہیں کیا معلوم کہ میں ان کا والی ہوں اور میں ان کا حامی ہوں تم جاؤ اور ان کے مخالفوں کو دنیا سے مِٹا دو خواہ دلوں میں تبدیلی پیدا کر کے اور ہدایت بخش کر یا ضد کی صورت میں ان کے گھروں پر میری لعنت برسا کر اور میرا عذاب نازل کر کے۔

پس جھک جاؤ اور دعا کرو اور پھر جھک جاؤ اور دعا کرو پھر جھک جاؤ اور دعا کرو یہاں تک کہ عرشِ الٰہی سے تمہاری امداد کا حکم نازل ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کے ایک مقدس کو اور رسول کریم ﷺ کے نائب کو اتنی گندی گالیاں دی گئی ہیں اور ایسے ناپاک الفاظ سے اسے یاد کیا گیا ہے کہ یہ دنیا اب مؤمن کے رہنے کے قابل نہیں جب تک خدا کا ہاتھ اسے پھر پاک نہ کرے۔ یہ ناپاک ملک خدا کے قہر کو بُلا رہا ہے اور یہ گندے لوگ اُس کے غضب کو بھڑکا رہے ہیں ہم نے ان کا کیا قصور کیا تھا کہ ہم پر یہ ظلم ہو رہے ہیں۔ ہم ہمیشہ حکومت کے وفادار رہے ہیں اور اب بھی وفادار ہیں، ہم ہمیشہ بنی نوع انسان کے خیر خواہ رہے ہیں اور اب بھی خیر خواہ ہیں مگر ہم کیا کریں کہ ہماری طاقت سے زیادہ ہم پر بوجھ ڈالا جا رہا ہے اور ظلم کا طوفان تھمنے میں آتا ہی نہیں۔ کاش! یہ لوگ ہمیں قتل کر دیتے مگر ہمارے آقا کو گالیاں نہ دیتے، کاش! حکومت ہمیں پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیتی لیکن ان ناقابلِ برداشت گالیوں کو جو ہمیں نہیں بلکہ ہمارے جان و دل سے پیارے ہادی کو دی جاتی ہیں بند کرا دیتی۔ اگر حکومت کو خدا تعالیٰ نے باطنی آنکھیں دی ہوتیں تو وہ اِس خون کو دیکھ سکتی جو ہمارے دلوں سے بہہ رہا ہے۔ وہ اُس خون کا بدلہ لیتی ہے جو چمڑے سے بہایا جاتا ہے پھر کیوں وہ اِس خون کا بدلہ نہیں لیتی جو دل سے بہایا جاتا ہے۔ اب اِس دکھ کی ساعت میں جب کہ خدا تعالیٰ

ہمیں خود بدلہ لینے سے منع کرتا ہے ہم اِس کے سوا کیا کر سکتے ہیں کہ اُس کے حضور میں گر جائیں اور اپنے آنسوؤں سے اپنی سجدہ گاہ کو تر کر دیں اور التجا کریں کہ اے ہمارے خدا! اے ہمارے آقا! اے بے کسوں کے والی! اے مظلوموں کے حامی! تیری یہ دنیا ظلم اور جور سے ناپاک ہوگئی ہے اپنے فرشتوں کو بھیج کہ توبہ کے پانی یا عذاب کی آگ سے اِس کو پاک کریں کہ اب اِس دنیا میں ایک ایک دن کی رہائش ہمارے لئے عذاب ہے۔ تیرا وعدہ تھا کہ تُو اسے ہمارے لئے جنت بنائے گا۔ اے سچے وعدوں والے! تیری رحمت کا دامن پکڑ کر تجھے تیرے ہی جلال کی قسم دیتے ہوئے ہم تجھ سے ہی التجاء کرتے ہیں کہ ہمارے زخمی دلوں پر ہمدردی کا مرہم لگا اور اِس دنیا کو جو ہمارے لئے خاردار جنگل بن گئی ہے اپنی محبت کا گلزار بنا دے اور ہمیں وہ تقویٰ بخش جس سے تیرا نہ ختم ہونے والا وِصال ہمیں حاصل ہو، اور وہ ہمت بخش کہ جس سے تیرے رُوٹھے ہوئے بندوں کو ہم منا کر واپس لائیں۔ اے آقا! تجھ میں سب طاقتیں ہیں اور ہم میں کچھ بھی نہیں۔ پھر تیرا در نہ کھٹکھٹائیں تو کہاں جائیں۔ تجھ سے نہ مانگیں تو کِس سے مانگیں۔ رحم کر، رحم کر، رحم کر کہ تُو اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ہے اور ہم تیرے دروازے کے ابدی بھکاری ہیں۔ آمِیْنَ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(الفضل ۲۷ر مارچ ۱۹۳۶ء)

---

۱ سیرت ابن ہشام جلد۲ صفحہ۱۶ مطبوعہ مصر ۱۲۹۵ھ

۲ السیرۃ الحلبیہ جلد۲ صفحہ۳۳۴ مطبوعہ مصر ۱۹۳۵ء

۳ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا (الاحزاب: ۱۲)